AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

پیشین گوئیاں اور بعثت کی نشانیاں: پروفیسر عبدالقیوم کی تصنیف 'دائرہ معارف سیرتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' کی روشنی میں

PROPHECIES AND SIGNS OF THE PROPHETHOOD: IN THE LIGHT OF DAIRA-E-MA'ARIF SEERAT-E-MUHAMMAD RASOOL ALLAH ﷺ BY PROFESSOR ABDUL QAYYUM

Dr.Muhammad Pervaiz
Assistant Professor
Dept. of Islamic Studies& Shariah Minhaj University Lahore:
pervaizbilal365@gmail.com
Dr. Muhammad Mumtaz Ul Hasan
Professor, Department of Islamic Studies & Shariah
The Minhaj University Lahore, Pakistan
drmumtaz365@gmail.com
Muhammad Muneeb Shoukat
Department of Islamic Studies & Shariah
Minhaj UniversityLahore, Pakistan
muneebshoukat54@gmail.com

Abstract:

*The prophethood of the Prophet Muhammad ﷺ was not an unexpected or spontaneous event; rather, it was a well-foretold reality, anticipated for centuries through divine scriptures, the teachings of former prophets, and the words of insightful individuals. Clear references to the Prophethood of Muhammad ﷺ were found in previous revealed books, which were not only known to the learned among the Jews and Christians, but they also conveyed these signs to their followers. These prophecies mentioned the person of the Prophet ﷺ, his attributes, the place of his emergence, the method of his call, and the impact of his mission. The prophets of Bani Israel particularly Prophet Musa (Moses) and Prophet 'Isa (Jesus), peace be upon them had foretold the coming of a prophet who would be an "unlettered prophet" (*an-nabiy al-ummi*) and who would invite people to the oneness of God (Tawheed).*

Additionally, prior to his appointment as a prophet, both spiritual and physical signs manifested as preludes to this momentous event. These included the extinguishing of the fire temple of Persia, the dying out of the sacred flame in the oasis between Syria and Iraq, the Christian monk Bahira recognizing the Prophet ﷺ upon seeing him, and the dreams of certain elders of Quraysh indicating the arrival of a future messenger. These signs not only serve as evidence of the truthfulness of his Prophethood, but also point to the fact that the advent of the Prophet Muhammad ﷺ was part of a divine cosmic plan, prepared across different eras and nations. A critical analysis of these facts clearly shows that the Prophethood of Muhammad ﷺ was the final and most complete link in the great chain of Prophethood an arrival awaited not only by the People of the Book but by the spiritual conscience of the world.

Keywords: Prophecies and Signs, Scriptures, Spontaneous, Attributes, Extinguishing, Anticipated

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ایک غیر متوقع واقعہ نہیں تھی، بلکہ یہ ایک ایسی حقیقت تھی جس کی پیش گوئیاں صدیوں سے الہامی کتابوں، انبیائے سابقین کی تعلیمات اور اہلِ بصیرت کی زبانوں سے جاری تھیں۔ رسالتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے سابقہ آسمانی صحائف میں واضح اشارے موجود تھے، جنہیں یہود و نصاریٰ کے اہلِ علم نہ صرف جانتے تھے بلکہ ان کی علامات اپنے پیروکاروں کو بتاتے بھی تھے۔ ان پیش گوئیوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات، صفات، مقامِ بعثت، طرزِ دعوت اور اثراتِ رسالت کا ذکر پایا جاتا ہے۔ انبیائے بنی اسرائیل خصوصاً حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک آنے والے نبی کی بشارت دی تھی، جو "اُمی نبی" ہو گا، اور جو لوگوں کو توحید کی طرف بلائے گا۔

اسی طرح بعثت سے قبل مختلف روحانی اور طبعی نشانیاں بھی ظاہر ہوئیں، جو اس عظیم واقعے کی تمہید بنیں۔ان نشانیوں میں شام و عراق کے درمیان نخلستان میں آگ کا بجھ جانا، فارس کے آتش کدے کا سرد پڑ جانا، بحیرہ کے راہب کا آپ ﷺ کو دیکھ کر پہچان لینا، اور قریش کے بعض بزرگوں کا خوابوں کے ذریعے مستقبل کے نبی کی آمد کو محسوس کرنا شامل ہیں۔بعثت کی یہ علامات نہ صرف رسالت کی سچائی پر دلیل ہیں بلکہ اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی آمد کائناتی سطح پر ایک منصوبہ ٔالٰہی کا حصہ تھی، جس کی تیاری مختلف زمانوں اور اقوام میں ہوتی رہی۔ان تمام حقائق کا تجزیاتی مطالعہ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت ایک عظیم ترین نبوی سلسلے کی آخری اور مکمل کڑی تھی، جس کا انتظار صرف اہلِ کتاب ہی نہیں بلکہ دنیا کی روحانی فضا بھی کر رہی تھی۔

تورات و انجیل سے حضور اکرم ﷺ کی رسالت کا ثبوت

نبی کریم محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت محض عربوں کے لیے نہیں، بلکہ پوری انسانیت کے لیے تھی۔آپ ﷺ کی نبوت عالمگیر اور دائمی ہے، جس کی خبر سابقہ آسمانی کتب میں بھی دی گئی۔اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کے ذریعے پچھلی امتوں کو آنے والے آخری نبی کی بشارت دی، تاکہ ان کی آمد پر لوگ پہچان کر ایمان لائیں۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"الذين يتبعون الرسول النبى الأمى الذى يجدونه مكتوبا عندهم فى التوراة والانجيل..."[1]

"وہ لوگ جو اتباع کرتے ہیں اس رسول کی، جو نبی اُمی ہے، جسے وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں..."

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ تورات و انجیل میں نبی آخر الزماں ﷺ کا ذکر واضح طور پر موجود تھا، اور اہلِ کتاب ان کی صفات سے واقف تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی کتاب تورات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"میں ان کے لیے ان ہی کے بھائیوں میں سے ایک نبی اٹھاؤں گا جو تیری مانند ہو گا، اور میں اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا، اور وہی کچھ ان سے کہے گا جو میں اسے حکم دوں گا۔"[2]

یہاں "تیرے بھائیوں" سے مراد بنی اسماعیل ہیں، کیونکہ بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسماعیل ہی تھے۔اس نبی کا "موسیٰ کی مانند" ہونا بھی محمد ﷺ کی شخصیت پر پورا اترتا ہے، کیونکہ وہ بھی شریعت لانے والے، صاحبِ امت اور صاحبِ حکومت نبی تھے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو نبی آخر الزماں کی آمد کی بشارت دی۔قرآن بھی اس کی تصدیق کرتا ہے:

"وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ..."[3]

"اور (یاد کرو) جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا: اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، اس کی تصدیق کرنے والا ہوں جو مجھ سے پہلے تورات میں موجود ہے، اور ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا، جس کا نام احمد ہے..."

اسی طرح انجیل یوحنا میں ہے:

---

[1] الأعراف:157

[2] استثناء18:18

[3] الصف:6

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

"لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے، کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا، لیکن اگر میں چلا جاؤں تو اُسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ اور جب وہ آئے گا تو وہ دنیا کو گناہ، راستبازی، اور عدالت کے بارے میں قائل کرے گا۔"[4]

یہاں "مددگار" (Paraclete) سے مراد وہی نبی مکرم ﷺ ہیں جنہوں نے بعد میں آکر دنیا کو حق و باطل میں فرق بتایا۔

دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ میں اس حقیقت کو یوں بیان کیا گیا ہے:

"حضرت محمد ﷺ کی رسالت کی خبر پچھلی الہامی کتب میں اس طرح محفوظ تھی کہ اہلِ کتاب جب آپ ﷺ کو دیکھتے تو پہچان لیتے تھے، گویا وہ اپنے بیٹوں سے زیادہ آپ کو جانتے تھے۔ ان کی کتب میں آپ کی صفات، ہجرت، صحابہ، دعوت اور سیرت کی ایسی نشاندہی تھی جو کسی عام انسان کے لیے ممکن نہ تھی۔"[5]

تورات وانجیل میں رسول اکرم ﷺ کی آمد کی پیشین گوئیاں اس بات کا ثبوت ہیں کہ آپ کی نبوت کسی مخصوص قوم یا زمانے تک محدود نہیں، بلکہ تمام نسلِ انسانی کے لیے ابدی ہدایت ہے۔ سابقہ انبیاء نے نہ صرف آپ کی آمد کی پیش گوئی کی بلکہ آپ کی صفات و علامات بھی تفصیل سے بیان کیں، جنہیں پڑھ کر اور مشاہدہ کر کے یہود و نصاریٰ آپ ﷺ کو پہچان گئے، اگرچہ ان میں سے اکثر نے انکار کیا۔

رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا ثبوت نہ صرف قرآن و حدیث سے بلکہ سابقہ الہامی کتب سے بھی ملتا ہے۔ تورات وانجیل کی بشارات اس حقیقت کی شاہد ہیں کہ آپ ﷺ وہی آخری نبی ہیں جن کے انتظار میں انبیائے سابقہ کی امتیں تھیں۔ یہ پیغام آج بھی اہلِ کتاب تک پہنچانے کی ضرورت ہے تاکہ وہ آپ ﷺ کی سچائی کو دل سے تسلیم کریں اور اللہ کے دین کی طرف رجوع کریں۔

دیگر قدیم مذاہب و کتب میں حضور اکرم ﷺ کا ذکر

نبی کریم ﷺ کی رسالت کسی خاص قوم یا زمانے تک محدود نہ تھی، بلکہ آپ ﷺ پوری انسانیت کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا تذکرہ نہ صرف تورات وانجیل بلکہ دنیا کی دیگر قدیم مذہبی کتابوں میں بھی ملتا ہے۔ یہ اشارے اور پیشین گوئیاں اس حقیقت کی مظہر ہیں کہ آپ ﷺ کی بعثت ایک عالمگیر اور آفاقی واقعہ تھا جس کا انتظار دنیا کی مختلف اقوام کر رہی تھیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل شدہ زبور میں ایسے اشعار موجود ہیں جن میں نبی آخر الزماں ﷺ کی آمد کی خبر ملتی ہے۔ زبور میں ہے:

"وہ تمام بادشاہوں پر غالب آئے گا، اور سب قومیں اس کی خدمت کریں گی۔"[6]

یہ آیت رسول اکرم ﷺ کی عالمگیر حکومت اور نبوت کی طرف اشارہ کرتی ہے، جیسا کہ بعد میں ان کی دعوت تمام اقوام و قبائل تک پہنچی اور عرب و عجم ان کی اطاعت میں آئے۔

ہندو مذہب کی کتب، بالخصوص وید اور پران میں ایک ایسے نبی کا تذکرہ ملتا ہے جو "ملیچھا" یعنی غیر ہندو قوم سے ہوگا، اونٹ پر سوار ہوگا، اور اپنے ساتھ ایک صحیفہ لائے گا۔

بھوشیہ پران میں ہے:

"ایک روحانی استاد (مہامتی) اپنی قوم کے ساتھ عرب دیش میں پیدا ہوگا۔ اس کا نام محمد ہوگا، اور اس کے پیروکار دن میں پانچ بار نماز پڑھیں گے۔ وہ بغیر کسی تصویر کے عبادت کریں گے۔"

---

[4] یوحنا 16:7-8

[5] عبدالقیوم، دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ، لاہور: مجلس نشریات اسلام، 2005، ج 3، ص 337

[6] زبور 72:11

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

یہ بیان بلاشبہ رسول اکرم ﷺ اور ان کی شریعت کی وضاحت کرتا ہے، جو نہ بت پرستی کرتے تھے، نہ تصویروں کو ذریعۂ عبادت بناتے تھے، اور دن میں پانچ نمازیں فرض کی گئیں۔

بدھ مت کے عقائد میں "آخری بدھ" کی آمد کا ذکر ہے جسے "میٹریا"(Maitreya) کہا گیا ہے۔ یہ نام سنسکرت کے لفظ "متری"(دوست) سے نکلا ہے۔ اس کا مطلب ہے: "رحمت والا"۔

دھماپد نامی بدھ مت کی کتاب میں ہے:

"میں صرف ایک پیغام رساں ہوں۔ میرے بعد میٹریا آئے گا، جو تمام عالم کے لیے ہمدرد، رحمت والا، سچائی لانے والا ہوگا۔"

"میٹریا" کا مطلب عربی کے لفظ "رحمت" سے مطابقت رکھتا ہے، جیسا کہ قرآن میں نبی کریم ﷺ کو "رحمت للعالمین" کہا گیا ہے۔[7]

زرتشت مذہب کی کتاب زنداوستا میں ایک آنے والے آخری نبی کا ذکر ہے:

"جب دنیا گمراہی میں بھر جائے گی، ایک ایسا مرد پیدا ہوگا جو اہلِ دنیا کو راستی کا راستہ دکھائے گا۔ اس کا نام 'استوت ارتا' ہوگا، اور وہ مشرکوں کو نیست و نابود کرے گا۔"

"استوت ارتا" کا مطلب ہے "سچائی کا مجسمہ"، جو نبی کریم ﷺ کی ذات والا صفات پر صادق آتا ہے، کیونکہ وہی تھے جنہوں نے توحید کا اعلان کیا اور شرک کی بنیادوں کو ہلا دیا۔ دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ میں ان اشارات پر یوں روشنی ڈالی گئی ہے:

"نبی آخر الزماں ﷺ کا تذکرہ نہ صرف اہلِ کتاب کی تحریف شدہ کتب میں محفوظ رہا، بلکہ دنیا کی دیگر مذاہب میں بھی ان کی شخصیت کے نمایاں نقوش موجود ہیں۔ ہندو، بدھ، اور زرتشتی روایات میں جس 'منتظر شخصیت' کا ذکر ملتا ہے وہ درحقیقت نبی عربی محمد مصطفیٰ ﷺ ہی کی آمد کی طرف اشارہ کرتی ہے۔"[8]

ان تمام قدیم روایات، صحیفوں، اور مذاہب کی پیش گوئیاں ایک عالمی نبی کی طرف اشارہ کرتی ہیں، جو کہ دنیا کو نجات دے گا، عدل قائم کرے گا اور ایک نئی شریعت لائے گا۔ ان تمام صفات کا عملی ظہور نبی اکرم محمد ﷺ کی ذات میں ہوا۔ اگرچہ ان مذاہب میں وقت کے ساتھ تحریفات ہوئیں، لیکن حق کی چمک مکمل طور پر دبائی نہ جا سکی۔ دنیا کی قدیم آسمانی اور غیر آسمانی روایات، متون اور روایتی دانشورانہ ذخیرے میں نبی کریم ﷺ کی آمد کی نشانیاں موجود ہیں۔ ان حوالہ جات کو سامنے رکھتے ہوئے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت ایک عالمگیر حقیقت ہے جسے مختلف تہذیبوں اور مذاہب نے اپنے اپنے انداز میں محفوظ کیا۔ یہ دلیل آپ ﷺ کی رسالتِ عامہ اور دائمی ہدایت کی سچائی کا بین ثبوت ہے۔

عرب میں بت پرستی

انسانی تاریخ میں بت پرستی ایک طویل و پیچیدہ دور پر محیط ہے، جس کا آغاز ابتدائی تہذیبوں میں ہوا اور مختلف ثقافتوں میں اس کے مختلف رنگ و روپ دیکھے گئے۔ بت پرستی کا تصور انسانوں کے اندر قدرت کے مختلف مظاہر سے خوف یا محبت کی صورت میں پیدا ہوا، اور اس کا مقصد ان طاقتوں کی رضا حاصل کرنا یا انہیں قابو کرنا تھا۔ خاص طور پر عرب میں، جہاں جاہلیت کے دور میں بت پرستی کا غلبہ تھا، یہ ایک اہم مذہبی و ثقافتی عنصر بن چکا تھا۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت کے وقت عرب میں بتوں کی پوجا کا ایک وسیع اور مستحکم نظام تھا جس کی بنیاد جاہلی عقائد پر تھی۔

---

[7] الأنبياء:107

[8] عبدالقیوم، دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ، لاہور: مجلس نشریات اسلام، 2005، ج3، ص437

بت پرستی کی تاریخ اتنی قدیم ہے کہ اس کا آغاز انسان کے ابتدائی دور سے جڑتا ہے۔ ابتدا میں لوگ قدرتی عناصر جیسے سورج، چاند، دریا، پہاڑ وغیرہ کی عبادت کرتے تھے، کیونکہ وہ ان چیزوں کو قدرتی طاقتوں کا مظہر سمجھتے تھے۔ بعد ازاں ان قدرتی عناصر کی نمائندگی کے طور پر مختلف مجسمے یا بت تراشے گئے، جن کی عبادت کی جانے لگی۔

قدیم عرب میں، خاص طور پر جزیرہ نما عرب کے مختلف علاقوں میں، لوگ اپنی روحانی اور مادی زندگی کی بہت ساری ضروریات کو ان بتوں کے ذریعے پورا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ ان بتوں کو مختلف خصوصیات اور طاقتوں کا مالک سمجھا جاتا تھا اور ان سے دعائیں کی جاتی تھیں، تاکہ جنگوں میں کامیابی، فصلوں کی فراوانی یا بیماریوں سے شفا حاصل کی جا سکے۔

عرب میں بت پرستی کا آغاز مختلف قبائل نے مختلف انداز میں کیا۔ ہر قبیلے نے اپنے مخصوص بتوں کی پوجا کی، اور ان بتوں کے گرد ایک مذہبی طواف اور رسومات کا سلسلہ تھا۔ مکہ مکرمہ میں خانہ کعبہ کے اندر بتوں کی بھرمار تھی، جن میں مختلف قسم کے بت شامل تھے۔ اہل عرب کا عقیدہ تھا کہ یہ بت خدا کی رضا اور عبادت کا ذریعہ ہیں، اور ان کے ذریعے اللہ کے قریب پہنچا جا سکتا ہے۔ مکہ مکرمہ میں سب سے مشہور بت ہبل تھا، جو خانہ کعبہ میں رکھا گیا تھا۔ اس کے علاوہ، لات، عزیٰ، اور منات جیسے بت بھی عرب میں معروف تھے۔ ہر قبیلہ ان بتوں کی پوجا کرتا تھا اور ان کے بارے میں مختلف عقائد رکھتا تھا۔

- ہبل خانہ کعبہ میں رکھے گئے بتوں میں سب سے مشہور تھا۔ اس کی شکل ایک انسان کی طرح تھی اور اسے مکہ کے قریش قبیلے کی طرف سے عبادت کے لیے منتخب کیا گیا تھا۔ ہبل کی عبادت کے بارے میں یہ عقیدہ تھا کہ اس کے ذریعے اللہ کی رضا حاصل کی جا سکتی ہے۔
- لات ایک اور مشہور بت تھا جس کی عبادت قریش کے علاوہ دیگر عرب قبائل بھی کرتے تھے۔ اسے خاص طور پر دریا کی حفاظت اور خوشحال زندگی کے لیے پوجا جاتا تھا۔
- عزیٰ بت کو اہل طائف اور دیگر قبائل کی طرف سے پوجا جاتا تھا۔ یہ بت قوت اور جاہ و دولت کی علامت سمجھا جاتا تھا۔
- منات بت کو اہل یمن اور دیگر قبائل کے ذریعے عبادت کے لیے منتخب کیا گیا تھا۔ اسے تقدیر اور تقدس کے متعلق سمجھا جاتا تھا، اور اس کی پوجا مخصوص رسومات کے تحت کی جاتی تھی۔

عرب میں بتوں کی عبادت کا مقصد صرف روحانی سکون اور عبادت کا حصول نہ تھا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ تجارتی، ثقافتی اور سماجی فائدے بھی وابستہ تھے۔ بتوں کے گرد منڈلانے والے لوگ، جن میں مختلف قبیلے شامل تھے، نہ صرف مذہبی رسومات ادا کرتے بلکہ اپنے آپس میں تجارتی روابط بھی استوار کرتے تھے۔ مکہ مکرمہ کے شہر کی اقتصادی زندگی کا دار و مدار بھی جزوی طور پر ان بتوں کی عبادت سے جڑا تھا۔

دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ میں اس حوالے سے بیان کیا گیا ہے:

> "عرب کے مختلف قبائل کے لیے بتوں کی عبادت ایک ثقافتی اور مذہبی ادارہ بن چکی تھی۔ ان بتوں کے ذریعے لوگ اپنی روزمرہ زندگی کے مسائل حل کرنے کی کوشش کرتے تھے، اور یہ ایک وسیع نظام کی شکل اختیار کر چکا تھا، جو نہ صرف مذہب بلکہ سماجی، اقتصادی اور سیاسی زندگی کو بھی متاثر کرتا تھا۔"[9]

اس اقتباس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عرب میں بت پرستی صرف ایک مذہبی عمل نہیں تھا بلکہ اس کا تعلق تجارت، معیشت اور معاشرتی روابط سے بھی تھا۔ بتوں کی عبادت نے ایک ثقافتی نظام کی صورت اختیار کر لی تھی جس کے ذریعے لوگ اپنی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو کنٹرول کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے ساتھ ہی اس نظام کو چیلنج کیا گیا اور ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دی گئی، جو ایک نئے دور کا آغاز ثابت ہوئی۔

---

[9] عبدالقیوم، دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ، لاہور: مجلس نشریات اسلام، 2005، ج3، ص443

بت پرستی عرب کی جاہلی زندگی کا اہم حصہ تھی، جو نہ صرف مذہبی اعتبار سے بلکہ معاشی اور سماجی سطح پر بھی اثرانداز تھی۔ نبی اکرم ﷺ کی آمد کے ساتھ ہی اس بت پرستی کے نظام کا خاتمہ شروع ہوا اور لوگوں کو ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلایا گیا۔ اس کا مقصد لوگوں کو باطل عقائد سے نکال کر توحید کی حقیقی اور صحیح تعلیمات سے روشناس کرانا تھا۔

دین ابراہیمی کے متلاشی

قبل از اسلام عرب میں جاہلیت کا دور تھا جس میں مختلف قبائل نے مختلف عقائد اپنا رکھے تھے، مگر بعض افراد ایسے بھی تھے جو اپنی فطری طبیعت کے باعث سچائی کی تلاش میں تھے۔ یہ افراد دین ابراہیمی کی حقیقت کو سمجھنا چاہتے تھے، اور اپنے معاشرتی ماحول میں موجود بت پرستی اور غلط عقائد سے خود کو بچانا چاہتے تھے۔ ان میں ورقہ بن نوفل، زید بن عمر بن نفیل، عثمان بن حویرث، اور عبیداللہ بن جحش جیسے افراد شامل تھے، جو اپنی زندگیوں میں حق کی تلاش میں سرگرداں رہے۔ ان افراد کا دین ابراہیمی کے متلاشی ہونا ان کی فطری روحانیت اور سچائی کے لیے جستجو کو ظاہر کرتا ہے، اور ان کی زندگیوں میں یہ تلاش ایک اہم مقام رکھتی ہے۔

ورقہ بن نوفل

ورقہ بن نوفل ایک معروف عیسائی عالم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچازاد بھائی تھے۔ وہ ایک ایسے شخص تھے جنہوں نے جاہلیت کی بت پرستی سے بیزار ہو کر دین ابراہیمی کی طرف رخ کیا تھا۔ ورقہ بن نوفل کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے وقت کی اہم کتابوں کا مطالعہ کیا اور عیسائی عقائد کو گہرائی سے سمجھا۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار تھے اور اللہ کے واحد ہونے کے عقیدہ کی شدت سے پیروی کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کی پہلی وحی جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ذریعے ورقہ بن نوفل تک پہنچی، تو ورقہ نے اس وقت کی شدت سے تصدیق کی اور کہا:

"اگر میں زندہ رہا تو تمہاری مدد کروں گا، یہ وہی نبی ہیں جن کا ذکر تورات اور انجیل میں ہے"۔

ورقہ کی یہ تصدیق بتاتی ہے کہ انہوں نے دین ابراہیمی کو سمجھا تھا اور آنے والے نبی ﷺ کی آمد کی پیشگوئی کی تھی۔

دبن عمر بن نفیل

زید بن عمر بن نفیل بھی ایک اہم شخصیت تھے جو دین ابراہیمی کے پیروکار تھے۔ وہ عرب کے معروف قبیلے قریش کے ایک بزرگ تھے اور جاہلیت کے بتوں کی پوجا سے بیزار ہو کر سچے دین کی تلاش میں نکلے۔ زید نے بھی اپنی زندگی میں اسلام کی پیشگوئی کی اور بہت سے عقائد کو چھوڑا جو اس دور میں معاشرتی طور پر مروج تھے۔ وہ ہمیشہ کہتے تھے کہ اللہ کا پیغام ضرور آئے گا، اور وہ اس کے منتظر رہیں گے۔ ان کی زندگی اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ وہ دین ابراہیمی کو فطری طور پر پہچان چکے تھے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

عثمان بن حویرث

عثمان بن حویرث بھی دین ابراہیمی کے پیروکاروں میں سے تھے۔ وہ قریش کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور ایک مذہبی شخص تھے جنہوں نے بت پرستی کو رد کر دیا تھا۔ عثمان بن حویرث کے بارے میں تاریخ میں آتا ہے کہ وہ عیسائی عقائد سے متاثر تھے اور اپنے قوم کی مذہبی و ثقافتی روایات سے جڑے نہ رہنے کا فیصلہ کیا تھا۔ انہوں نے یہ عقیدہ اپنایا تھا کہ آنے والے نبی کے ذریعے اللہ کی ہدایت حاصل کی جائے گی، اور وہ اس کا انتظار کر رہے تھے۔ عثمان بن حویرث کی زندگی یہ بتاتی ہے کہ وہ بھی سچائی کی تلاش میں تھے اور اللہ کی ہدایت کی طلب رکھتے تھے۔

عبیداللہ بن جحش

عبیداللہ بن جحش حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر اور نبی ﷺ کے سسر تھے۔ ابتدائی طور پر وہ دین ابراہیمی کے پیروکار تھے، اور اپنے لوگوں سے مختلف عقائد کے بارے میں متنازعہ تھے۔ تاہم، عبیداللہ نے بعد میں عیسائیت اختیار کر لی اور مدینہ منتقل ہو گئے۔ لیکن جب اسلام کی حقیقت سامنے آئی، تو عبیداللہ نے اسلام کے بارے میں شکوک کا اظہار کیا اور آخرکار انہوں نے عیسائیت میں باقی رہنے کا فیصلہ کیا۔ عبیداللہ کی زندگی ایک ایسا اہم واقعہ ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دین ابراہیمی کے پیروکار افراد کا عقیدہ صرف ایک جستجو اور تلاش تھی جو بعض اوقات راستے میں آکر مختلف دینوں میں تبدیل ہو جاتی تھی۔

دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ میں اس حوالے سے کہا گیا ہے:

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

"ان افراد نے جاہلیت کے دور میں مختلف عقائد کی تلاش کی، اور دین ابراہیمی کو ایک حقیقت کے طور پر پہچانا۔ ان کا یقین تھا کہ اللہ کی ہدایت ایک دن ضرور آئے گی، اور ان کی یہ روحانی جستجو دراصل اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ انسان فطری طور پر سچائی کی طرف راغب ہوتا ہے۔"[10]

اس اقتباس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دین ابراہیمی کے متلاشی افراد دراصل اپنے اندر کی فطری جستجو کو پورا کرنا چاہتے تھے۔ وہ صرف ایک مذہب کی پیروی نہیں کر رہے تھے بلکہ وہ سچائی کے راستے کی تلاش میں تھے، اور ان کی زندگی اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ اللہ کی ہدایت ایک دن انہیں ضرور ملے گی۔ ان افراد کی فطری جستجو نے انہیں اسلام کی دعوت کی جانب راغب کیا، جس کا آغاز نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے ساتھ ہوا۔

ورقہ بن نوفل، زید بن عمر بن نفیل، عثمان بن حویرث، اور عبید اللہ بن جحش جیسے افراد کی زندگیوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کی ہدایت اور سچائی کی تلاش ایک فطری عمل ہے جو ہر انسان کے دل میں موجود ہوتی ہے۔ یہ افراد دین ابراہیمی کے پیروکار ہونے کے باوجود ایک نئے پیغام کے منتظر تھے، اور ان کی تلاش کا اختتام نبی اکرم ﷺ کی بعثت پر ہوا۔ ان کی جستجو اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ اللہ کی ہدایت ہمیشہ اپنے وقت پر آتی ہے، اور انسان اپنی فطری خواہشات کے مطابق اس کی طرف راغب ہوتا ہے۔

نتائج

1. مختلف مذاہب، اقوام اور زمانوں میں بعثتِ نبوی ﷺ کی پیشین گوئیاں اور علامات اس بات کا ثبوت ہیں کہ آپ ﷺ کی بعثت محض تاریخی واقعہ نہیں، بلکہ ایک مقدس اور کائناتی منصوبۂ الٰہی کا حصہ تھی۔
2. دائرہ معارف سیرت کی تحقیق سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ تورات، زبور اور انجیل میں رسول اللہ ﷺ کی صفات، مقامِ بعثت اور طرزِ دعوت سے متعلق واضح اشارات موجود ہیں۔
3. پروفیسر عبدالقیوم کے مطابق مدینہ و شام کے یہودی و نصرانی علماء نہ صرف آپ ﷺ کی آمد کے منتظر تھے بلکہ کچھ نے خوابوں اور الہام کی بنیاد پر آپ ﷺ کو پہچان بھی لیا تھا۔
4. فارس کے آتش کدے کا بجھ جانا، بحیرہ راہب کی گواہی، اور قریش کے بعض خوابوں جیسے واقعات، بعثتِ محمدی ﷺ کے غیر معمولی اور کائناتی پس منظر کی دلیل فراہم کرتے ہیں۔
5. دائرہ معارف سیرت میں متعدد احادیث اور تاریخی روایات کا تجزیہ کر کے بتایا گیا ہے کہ سابقہ انبیاء (خصوصاً حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام) نے آپ ﷺ کی بعثت کی بشارت دی تھی۔
6. یہ مقالہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ بعثت سے قبل موجود عالمی علامات اس بات کی تیاری تھی کہ آپ ﷺ کا پیغام کسی مخصوص قوم یا قبیلے تک محدود نہ ہوگا بلکہ پوری انسانیت کے لیے ہوگا۔
7. پروفیسر عبدالقیوم کی تصنیف نے ان پیش گوئیوں اور نشانیوں کا ایسا تجزیاتی و انسائیکلوپیڈک بیان فراہم کیا ہے جو سیرتِ نبوی ﷺ کو صرف اسلامی دائرے میں نہیں بلکہ عالمی و تاریخی تناظر میں دیکھنے کی راہ ہموار کرتا ہے۔

[10] عبدالقیوم، دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ، لاہور: مجلس نشریات اسلام، 2005، ج3، ص467

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

سفارشات

1. جامعات اور تحقیقی ادارے اس پہلو پر مزید کام کریں کہ تورات، انجیل، اور زبور میں موجود پیشین گوئیوں کو سیرتِ نبوی ﷺ کے مستند واقعات کے ساتھ تقابلی انداز میں پیش کیا جائے۔
2. اُن تاریخی علماء کی تحریریں، خطوط اور شہادتیں جو رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل یا بعد میں موجود تھیں، اُن کا تجزیہ سیرتِ طیبہ کی صداقت کو اجاگر کرنے کے لیے ضروری ہے۔
3. پروفیسر عبدالقیوم کی اس جامع انسائیکلوپیڈیائی تصنیف کو سیرتِ نبوی ﷺ کے تدریسی و تحقیقی کورسز میں شامل کر کے طلبہ کو ایک مستند اور وسیع علمی تناظر فراہم کیا جاسکتا ہے۔
4. ان علامات و پیشین گوئیوں کو بنیاد بنا کر بین المذاہب (Interfaith Dialogue) میں مشترکہ بنیادیں پیدا کی جاسکتی ہیں، جو پرامن مکالمہ اور دعوتِ اسلام کے لیے مؤثر ثابت ہو سکتی ہیں۔
5. اس تحقیقی موضوع پر موجود اردو مواد، خصوصاً دائرہ معارف سیرت جیسی کتب کو انگریزی، فرانسیسی، اور دیگر عالمی زبانوں میں ترجمہ کر کے بین الاقوامی علمی دنیا تک پہنچایا جائے۔
6. ان پیش گوئیوں اور نشانیوں پر دستاویزی فلمیں (Documentaries)، لیکچرز، اور ویڈیوز بنا کر نوجوان نسل تک دلائل اور شواہد پر مبنی سیرت کا پیغام مؤثر انداز میں پہنچایا جائے۔
7. سیرتِ نبوی ﷺ کے اس کم زیرِ بحث پہلو کو علمی دنیا میں نمایاں کرنے کے لیے قومی و بین الاقوامی سطح پر تحقیقی کانفرنسز، ورکشاپس اور سیمینارز کا انعقاد کیا جائے۔

خلاصہ

رسول اللہ ﷺ کی بعثت ایک ایسا عظیم الشان واقعہ تھا جس کی پیش گوئیاں صدیوں سے مختلف الہامی کتابوں، انبیاءِ سابقین کی تعلیمات، اور اہلِ بصیرت کی زبانوں سے کی جاتی رہی تھیں۔ پروفیسر عبدالقیوم کی تصنیف *دائرہ معارف سیرتِ محمد رسول اللہ ﷺ* اس حقیقت کو نہایت محققانہ انداز میں واضح کرتی ہے کہ سابقہ آسمانی صحائف میں نبی آخرالزمان ﷺ کی ذات، صفات، مقامِ بعثت اور طرزِ دعوت سے متعلق متعدد واضح اشارے موجود تھے۔ یہود و نصاریٰ کے علما ان علامات سے بخوبی واقف تھے اور اپنے پیروکاروں کو ان کی تعلیم دیتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ بعثت سے قبل ایسے روحانی و طبیعی واقعات بھی رونما ہوئے جو ایک غیر معمولی شخصیت کی آمد کی نشان دہی کرتے تھے، جیسے فارس کے آتش کدے کا بجھ جانا، بحیرہ راہب کا مشاہدہ، اور قریش کے خواب۔ ان تمام شواہد کا تجزیاتی مطالعہ اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت نہ صرف ایک تاریخی حقیقت تھی بلکہ ایک عالمی اور الٰہی منصوبہ تھا جس کی تیاری مختلف اقوام اور ادوار میں کی جاتی رہی۔ یہ مقالہ اس موضوع کے مختلف پہلوؤں کو پروفیسر عبدالقیوم کی علمی کاوشوں کی روشنی میں نمایاں کرتا ہے اور سیرتِ طیبہ کے فہم کو ایک بین المذاہب، تاریخی اور کائناتی تناظر میں دیکھنے کی دعوت دیتا ہے۔

مصادر و مراجع

1. ابن اسحاق۔ *السیرۃ النبویہ*۔ بیروت: دار المعرفۃ، 1998
2. ابن سعد۔ *الطبقات الکبریٰ*۔ بیروت: دار صادر، 1990
3. ابن ہشام۔ *السیرۃ النبویۃ*۔ بیروت: دار المعرفۃ، 2007
4. پروفیسر عبدالقیوم۔ *دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ*۔ لاہور: مجلس نشریات اسلام، 2005
5. صفی الرحمن مبارکپوری۔ *الرحیق المختوم*۔ ریاض: دار السلام، 2001
6. شبلی نعمانی۔ سیرت النبی۔ علی گڑھ: دار المصنفین، 2012

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

Bibliography

1. Abdul Qayyum. *Daira-e-Maarif Seerat-e-Muhammad Rasool Allah*. Lahore: Majlis Nashriyat-e-Islam, 2005.
2. Ibn Hisham. *As-Sirah an-Nabawiyyah*. Beirut: Dar al-Ma‘rifah, 2007.
3. Ibn Ishaq. *As-Sirah an-Nabawiyyah*. Beirut: Dar al-Ma‘rifah, 1998.
4. Ibn Sa'd. *Al-Tabaqat al-Kubra*. Beirut: Dar Sader, 1990.
5. Mubarakpuri, Safī-ur-Rahman. *Ar-Raheeq Al-Makhtum*. Riyadh: Darussalam, 2001.
6. Nomani, Shibli. *Seerat-un-Nabi*. Aligarh: Dar-ul-Musannifeen, 2012.